ایک غلط فہمی کا ازالہ — مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

قدیم عربی کی اہمیت

عربی زبان کی ایک حیثیت تو وہی ہے جو عام زبانوں کی ہوتی ہے کہ وہ کسی خطۂ زمین میں بولی جاتی ہے اور اس خطہ والوں کے افہام و تفہیم اور اپنی ضروریات کے بیان کا ذریعہ ہوتی ہے۔

عربی زبان بھی حجاز، عراق، شام، مصر، الجزائر وغیرہ اسلامی ممالک کی زبان ہے۔ ان ممالک سے رابطہ رکھنا عام دنیا کے لیے تو ایک انسانی ضرورت ہے اور مسلمان کے لیے انسانی ضرورت کے ساتھ اسلامی ضرورت بھی ہے کہ اسلامی برادری کے روابط اسی سے مستحکم ہو سکتے ہیں۔

دوسری حیثیت یہ ہے کہ وہ قرآن اور رسول قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان ہے اور قرآن عربی زبان کی ایک معیاری کتاب ہے اور اس کی فصاحت و بلاغت ایک معجزہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

پہلی حیثیت سے عربی زبان کا سیکھنا سکھانا، بولنا اور لکھنا شاید دنیا کی سب زبانوں سے آیا۔ وہ سہل اور آسان ہے۔ چند مہینے کی معمولی محنت سے ایک انسان اس پر قابو پا لیتا ہے۔

خصوصاً تعلیم زبان کا طریقہ بالمباشرہ (ڈائرکٹ میتھڈ) جس کو جدید طریقہ سمجھا جاتا ہے، حالانکہ دراصل کسی زبان کے سیکھنے سکھانے کا فطری اصلی اور قدیم ترین طریقہ یہی ہے۔ اس طریقے سے بڑی آسانی کے ساتھ تھوڑی مدت میں انسان وہ عربی سمجھ لیتا ہے اور بولنے لگتا ہے جس کی ضرورت موجودہ عربوں سے گفتگو اور معاملات کے لیے ہوتی ہے۔ اس کے لیے نہ علم صرف و نحو (گرائمر) سیکھنے کی ضرورت ہے نہ اشتقاق اور ترکیب کی دقیق بحثوں کی نہ علوم فصاحت و بلاغت کی۔ اس کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ عربی زبان کے اصلی لغات اور ان کے طرق استعمال سے واقفیت حاصل کرے بلکہ اس وقت کے بدلے ہوئے جدید لغات اور محاورات یاد کر لینا کافی ہے۔

لیکن عربی زبان کی دوسری حیثیت کہ وہ قرآن کی زبان ہے اور قرآن فہمی اس کے بغیر ممکن نہیں۔ اس کے لیے صرف چند لغات و محاورات یاد کر لینا اور موجودہ عربوں سے تخاطب سیکھ لینا قطعاً کافی نہیں۔ اس کے لیے قدیم عربی زبان میں پوری مہارت حاصل ہونا شرط لازم ہے۔ اس کے بغیر قرآن فہمی ناممکن ہے اور یہ مہارت موجودہ زمانے میں اس پر موقوف ہے کہ علم اشتقاق، علم صرف، علم نحو، معانی، بیان، بدیع وغیرہ فنون